Tarseel, Vol. 15 (ISSN : 0975-6655)
A Peer Reviewed Reserch Journal of Urdu
Direcotrate of Distance Education,
University of Kashmir
Pp 128-139

مرد ناول نگاروں کا تانیثی شعور

ڈاکٹر نصرت جبین

تلخیص

اردو ادب کا معاصر تخلیقی منظر نامہ کئی اعتبار سے اپنی ثروت مندی کا اظہار کر رہا ہے۔ یہ فنی اور فکری اعتبار سے برصغیر کی کسی بھی زبان کے ادب سے آنکھیں چار کرنے کی تب و تاب سے معمور ہے۔ موضوعاتی سطح پر مابعد جدید دور کے اردو فکشن میں رنگارنگی اور تنوّع پایا جاتا ہے۔ تانیثیت اس عہد کا ہم کلامیہ ہے جو خواتین تخلیق کاروں کے یہاں کسی نہ کسی صورت میں نظر آتا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں خواتین تخلیق کاروں کے برعکس اردو کے نامور مرد تخلیق کاروں کے یہاں تانیثی شعور کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالہ نگار نے معروف فکشن نگار حسین الحق کے مشہور ناول ''اماوس میں خواب'' اور پیغام آفاقی کے معروف ناولوں ''دوست'' اور ''مکان'' میں تانیثی شعور کو تلاش کر کے فکشن نگاروں کی ایک نئی قبیل کو متعارف کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے کیوں کہ ابھی تک ادب پاروں میں تانیثیت کے مباحث خالص خواتین تخلیق کاروں سے مخصوص تصور کیے جاتے تھے لیکن یہاں پر مقالہ نگار نے اپنے تجزیے سے موجودہ روایت کا رُخ موڑا ہے جس سے یقیناً تفہیم و تعبیر کا ایک نیا زاویہ سامنے آیا ہے۔ علاوہ ازیں

مقالہ نگار نے تانیثیت اور نسوانیت جیسی اصطلاحوں کی بھی وضاحت کرتے ہوئے اس حوالے سے موجود خلطِ مبحث کو دور کرنے کی سعی کی ہے۔ امید کی جارہی ہے کہ مقالہ فکشن کے قارئین کے حلقوں میں پسند کیا جائے گا۔

اہم لفظیات : تانیثیت ،نسوانیت، فکشن، حقیقت نگاری، تحریکات ، رجحانات ،مغرب، سرسید تحریک، ترقی پسند تحریک ، جمالیات، مابعد جدید تھیوری، مشرقی اقدار، اسلامی روایات۔

عصر حاضر کے ادبی منظرنامے پر نظر ڈالتے ہی کثیر تنقیدی نظریات کے موجودگی اپنی جانب تمام تر ابعاد کے ساتھ متوجہ کرتی ہے۔ادبی اُفق پر ایسے اور اتنے نظریات کی موجودگی اگر طلسم نہ سہی لیکن ہوش رُبا ضرور ہے۔ان تنقیدی نظریات میں تانیثی تنقیدی تھیوری کئی اعتبار سے سنجیدہ ادبا اور تنقید نگاروں کے لیے پُرکشش ثابت ہوئی۔زیرِنظر مقالہ میں اسی تھیوری کے تحت اردو کے معروف فکشن نگار حسین الحق کے اہم ناول ''اماوس میں خواب'' اور ممتاز ناول نگار پیغام آفاقی کے ناول ''دوست'' کو تجزیاتی عمل سے گزارا جائے گا۔موضوع کی طرف براہ راست رجوع کرنے سے پہلے قارئین کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اردو ادب میں باقی تمام تحریکات اور رجحانات کی طرح تانیثیت کا نظریہ بھی مغرب سے ہی وارد ہوا ہے۔مغرب میں تانیثیت کی ابتدا لگ بھگ ۱۶۵۰ء کے بعد ہوئی۔تاریخی اعتبار سے تانیثیت کے تین ادوار مقرر کیے گئے ہیں۔تانیثیت ایک سماجی تحریک ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی اغراض ومقاصد کے لیے بھی استعمال ہوتی رہی ہے، وجوہات جو بھی رہے ہوں۔تانیثیت کی تحریک مغرب میں بہت پھلی پھولی Marywolleston Craft کی ۱۹۷۲ء میں لکھی گئی کتاب A vindiation of rights of women اس کڑی کی پہلی کتاب ہے جس نے تانیثی نظریات کو معرضِ وجود میں لانے میں اہم کردار ادا کیا۔ پھر Vergina Wolf کی کتاب A room of ones own اور اسی طرح Cate Maillet کی Sexual Politics اور پھر Simon de beiour کی تاریخ ساز کتاب The second sex نے خواتین سے متعلق مباحث کو حاشیے سے اٹھا کر مرکز میں لانے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

مغرب میں تانیثی تحریک کی طرح تانیثی ادب کی شروعات بھی خواتین تخلیق کاروں نے ہی کی مگر پھر دھیرے

دھیرے مرد ادیبوں نے بھی خواتین کے تئیں سماج میں آنے والی تبدیلی یا خواتین کی بیداری سے منسلک موضوعات کو اپنی تحریروں میں جگہ دینی شروع کی۔ اپنے یہاں اردو ادب سر سید تحریک سے پہلے چند اصناف کے سرمایے پر ہی مشتمل تھا ان اصناف میں عورت صرف اپنے ظاہری حسن کو لیکر ہی موجود تھی اور اس کا ذہنی حسن کہیں پر بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا اور یہ جسمانی پہلو بھی مرد تخلیق کاروں کی وساطت سے ہی پیش کیا جا رہا تھا۔ خود عورت اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے کہیں موجود نہیں تھی۔ اردو کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر قلی قطب شاہ کے ہاں عورت اپنی تمام تر جسمانی اور جمالیاتی نشاط انگیزی کے ساتھ چہار سو موجود ہے مگر فقط ایک لذت وانبساط کے دائرے تک اور وہ بھی بہت ہی سطحی انداز میں۔ ولؔی دکنی کی شاعری میں ہمیں کسی حد تک موضوعات کا تنوع دکھائی دیتا ہے مگر عورت کا مقدر یہاں بھی روایتی ہی ٹھہرا ہے۔ ولی کا شعر ہے

مفلسی سب بہار کھوتی ہے

مرد کا اعتبار کھوتی ہے

ولی کے ہاں بھی جب کسی سماجی مسئلے کا ذکر آتا ہے جس مسئلے میں عورت برابر کی شریک ہے مگر مخاطب صرف مرد ہے عورت نہیں۔ اردو میں جتنے بھی تذکرے لکھے گئے ہیں کہیں پھر بھی کسی بھی تذکرہ نگار نے کسی بھی شاعرہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ میر تقی میؔر کی صاحب زادی اچھی شاعرہ تھیں مگر میؔر نے نکات الشعراء میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ مشرقی روایات تھیں جہاں خواتین کی صلاحیت کو مجموعی طور پر نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔

سر سید تحریک کی وساطت سے اردو وادب مغربی ادبی اصناف سے متعارف ہوا اور سر سید تحریک ہی کی بدولت مسلمانانِ ہند میں جدید تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ یوں اردو میں نہ صرف مغربی ادب میں موجود تحریکات ورجحانات کے اثرات در آئے بلکہ خواتین نے بھی کھل کر اردو ادب میں اپنے احساسات وجذبات کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ ہمارے ہاں اکثر ادیبوں اور ناقدوں نے تانیثیت اور نسائیت کو ایک دوسرے کا متبادل سمجھ کر خلطِ مبحث پیدا کیا ہے۔

ترقی پسند تحریک نے تانیثیت کے رویے کو اردو ادب میں خوب پھلنے پھولنے کا موقع دے دیا۔ اس دور میں خواتین نے مناسب طور پر اپنے مافی الضمیر کو ادبی پیرائے میں پیش کرنا شروع کیا۔ اس تحریک سے ذرا پہلے ''انگارے'' نے خواتین کے اندر موجود تخلیقی چنگاریوں کو ہوا دی تھی۔ اس ضمن میں رشید جہاں کا نام کئی اعتبار سے قابلِ ذکر ہے۔ ترقی

پسند تحریک سے منسلک عصمت چغتائی وغیرہ نے اس رویے کو اپنے یہاں پنپنے کا خوب موقع فراہم کیا۔ان کے ساتھ ساتھ ترقی پسند شعراء نے بھی اس سلسلے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ عورت جو مجموعی طور پر اردو ادب میں صرف محبوبہ کے بطور جلوہ گر تھی اور جس کے حسن و جمال نے مجموعی طور پر سارے شعر و ادب میں ایک غالب جگہ حاصل کر لی تھی اور وہ بھی خالص ظاہری حسن کی وجہ سے؛ مگر ترقی پسند شاعری میں پہلی بار اس کی ذہنی بالیدگی اور فکری انفرادیت کو پیش کیا جا گیا ہے۔اردو کے معروف ترقی پسند شاعر اسرار الحق مجازؔ نے اپنی معشوقہ کا پتہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ ؎

مرے تخئیل کے بازو بھی اس کو چھو نہیں سکتے

مجھے حیران کر دیتی ہیں نکتہ دانیاں اس کی

شاعر نے اردو ادب کی اس روایت کو یکسر رد کر دیا ہے جس نے عورت کو دماغ کے بغیر صرف دل کے ساتھ پیش کیا تھا۔اس کے بعد تانیثی ادب کے حوالے سے خواتین تخلیق کاروں نے اپنے جذبات و احساسات اور تجربات و مشاہدات کو مناسب اور منضبط طریقے سے ادب میں پیش کرنا شروع کر دیا۔شاعری میں ادا جعفری، فہمیدہ ریاض، کشور ناہید، اور فکشن میں خدیجہ مستور، بانو قدسیہ، صادقہ نواب سحر، ثروت خان، ترنّم ریاض وغیرہ نے بھرپور انداز سے تانیثی ادب تخلیق کیا ہے اور اب مسلسل لکھا جا رہا ہے۔علاوہ ازیں اکیسویں صدی کے نامور مرد فکشن نگاروں کے یہاں بھی یہ رویے شعوری یا غیر شعوری طور پر اظہار و اسالیب کے منفرد پیرائیوں میں نظر آ رہے ہیں۔

زیرِ نظر مقالہ چونکہ عصر حاضر میں مرد فکشن نگاروں کے ہاں تانیثی شعور کے اظہار پر مشتمل ہے۔اس حوالے سے اکیسویں صدی کے اس رُبع اول میں جو فکشن مرد تخلیق کاروں کی جودتِ طبع کی بدولت منصۂ شہود پر سامنے آیا اس میں راقمہ نے تانیثی رویوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔''اماس میں خواب''، حسین الحق کا ۲۰۱۷ء کا لکھا ہوا ناول ہے۔اس ناول کا اہم کردار نائلہ لکھتے ہیں:

> ''اماں سمجھاتی تھیں بیٹی کو خواب نہیں دیکھنا چاہیے۔اماں کیوں، میں ماں سے لڑ پڑتی تو، ماں کہتی بیٹی تو نیو کی اینٹ ہوتی ہے، موجود رہتی ہے نظر نہیں آتی۔تمہارے باپ کا نام اسماعیل جو ہے یہ ایک پیغمبر کے نام پر پڑا ہے۔ انہی کے اولاد میں ایک ۔۔۔۔۔۔۔تھے جن کا نام تمہارے ابا نے تمہارے بھیا کو دیا۔تو وہ جو پیغمبر تھے ان

کی اماں کا نام ہاجرہ ہے۔ان کا نام تو آج تک سب جانتے ہیں مگران کا کام کسی کو یاد
نہیں اوراسماعیل پیغمبر کی بیوی کا تو نام بھی کسی کو یاد نہیں، تو یہ جو بیٹی ہوتی ہے نا، یہ بس
ایسے ہی ہوتی ہے، جیسے سب بیٹیاں ہوتی ہے۔ پھر جب کالج میں آئی، تو اماں سے
لڑنے لگی، آپ ہم کو بتاتی نہیں ہیں جھانسی کی رانی بھی تو تھی اور پھر سیتا،لکشمی، سرسوتی،
درگا، چنڈی ابا ایک دن بتا رہے تھے،کوئی ملکہ سبا تھی، خدیجہ تھی، فاطمہ تھیں، زینب تھیں
ان لوگوں کا تو کام ہے۔ اماں گڑبڑا جاتیں۔لڑکی چپ رہ۔ان میں سے کوئی بھی
ہمارے طبقے کی نہیں تھیں، ہمارے طبقے میں ایسی نہیں ہوتیں۔ مجھے ہنسی آ جاتی ۔۔۔۔
لات ماروں ایسے طبقے پر''۔[1]

مصنف اگر چہ ایک مرد ہے مگر اس مقالے میں انھوں نے دونسلوں کی خواتین کی ذہنی سطح اور ان کے خیالات کی کامیاب ترجمانی کی ہے۔ناول کے اہم کردار نائلہ کی ماں اپنے روایتی یا مشرقی تصورات پر ہی قائم ہے کہ وقت قسمت اور مرد حاوی معاشرے نے جو کچھ اس کو دیا ہے وہ اس میں خوش رہے مگر نائلہ آج کے دور کی جدید تعلیم یافتہ لڑکی ہے جہاں وہ عورتوں کے متعلق سماج کے بنائے غیر عقلی اور فرسودہ رسم ورواج کے خلاف منہ کھولتی ہے۔اور تاریخ کی ناقابلِ فراموش خواتین کے نام گنا کر یہ ثابت کرنا چاہتی ہے کہ عورت ناقص العقل اور کم حوصلہ نہیں ہے وہ یہ بھی بتانا چاہتی ہے کہ عورت صرف افلاطون پیدا ہی نہیں کرسکتی ہے بلکہ اس نے مختلف نامور خواتین کے روپ میں افلاطون بن کر دکھا بھی دیا ہے۔اس کے باوجود کہ زمانے نے اس کو وہ مواقع فراہم نہیں کئے ہیں۔ جو مرد کو ملے ہیں۔

ورجینا وولف نے سماج کے اس غیر مساوی اور غیر اخلاقی وغیر انسانی رویے کے متعلق ایک جگہ لکھا ہے:

''اگر شیکسپیئر کی کوئی بہن ہوتی اور اس کی طرح ذہین اور شعروادب کا ذوق بھی
رکھتی تب بھی شیکسپیئر نہیں بن سکتی۔کیونکہ اس کے لیے کسی بھی لاطینی اسکول کا
دروازہ نہیں کھولا جاتا جس کا عظیم مگر نا کردہ گناہ یہ ہوتا کہ وہ عورت ہوتی''[2]

تانیثی نقطۂ نگاہ کے حوالے سے مرداد یبوں میں اہم نام پیغام آفاقی کا ہے اس سلسلے میں ان کی اہلیہ رضیہ سلطانہ لکھتی ہیں کہ ''پیغام کے فکشن کی پسندیدگی کی میری وجہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے نسوانی معاشرے کو بیدار کرنے میں اہم رول

ادا کیا انھیں پڑھنے کے بعد متعدد لڑکیوں اور عورتوں کی زندگی میں تبدیلی آئی‘‘(۳) پیغام آفاقی کے کئی ناول منصۂ شہود پر آکر ادبی حلقوں میں داد و تحسین وصول کر چکے ہیں جن میں ’’راگنی‘‘، ’’مکان‘‘ اور ’’دوست‘‘ شامل ہیں۔ تانیثی نکتہ نگاہ سے ’’دوست‘‘ اور ’’مکان‘‘ ان کے سب سے اہم ناول ہیں۔ ناول کی اہم کردار نینا ہے جس کو مصنف نے ایک باغی کردار کے روپ میں پیش کیا ہے۔ اس کردار کے غیر روایتی انداز کو دیکھ کر عصمت چغتائی کے ناول ’’ٹیڑھی لکیر‘‘ کی شمن یاد آتی ہے۔ پیغام آفاقی موجودہ ادبی منظر نامے میں اپنی ایک منفرد شناخت رکھتے ہیں ان کا سرمایہ ادب جدید فکری رویوں پر مشتمل ہے۔ ان کا فکشن نہ صرف فنی نکتہ نگاہ سے بلکہ موضوعاتی اعتبار سے بھی قابل قدر ہے۔ اگرچہ مصنف نے ناول ’’دوست‘‘ میں ’’لیو اِن ریلیشن شپ‘‘ کو بظاہر موضوع بنایا ہے مگر اس موضوع کے در پردہ مصنف نے موجودہ دور کی نہ صرف عورت بلکہ مرد کے ان باغی رویوں کو بھی پیش کیا ہے جن کو ہمارے معاشرے کے غیر علمی، غیر عقلی، غیر شرعی، غیر اصولی اور غیر فطری رواج و رسومات نے فروغ دیا ہے۔ اور عورت کے ساتھ اس نامساویانہ سلوک کے نتیجہ میں آج یہ ہوا کی بیٹی لیو اِن ریلیشن شپ جیسے غیر اخلاقی اور غیر شرعی طریقے پر زندگی گزارنا چاہتی ہے۔ پروین شاکر کے تخلیقی وفور نے عورت کی اس بے بسی کا اظہار اس طرح کیا ہے

میں سچ بھی کہوں تو ہار جاؤں گی
وہ جھوٹ بھی کہے تو لاجواب کر دے گا

یہ وجہ ہے کہ مرد حاوی معاشرے کے ایسے ہزاروں رویوں کی بنا پر ہی آج کی عورت بقول پیغام آفاقی ’’مجھے اپنی زندگی اپنی شرطوں پر چاہئے‘‘ (۴) والی بات کہہ رہی ہے۔ بیٹیوں کو تو بچپن سے ہی یہ بتایا گیا ہوتا ہے کہ ڈولی میکے سے اُٹھی اب ڈولا تیرا اُس گھر سے اٹھنا چاہیے جو تیرا اب سسرال بنا۔ شادی کے فوراً بعد شوہر ایک دوست اور ساتھی سے زیادہ غالب مرد کا روپ دھار لیتا ہے۔ غالباً اسے اندازہ ہو جاتا ہے کہ سماج نے عورت کے تئیں ایسی لکیریں کھینچی ہیں کہ جہاں وہ پنجرے میں بند چڑیا ہے، لاکھ پھڑ پھڑائے جائے گی کہاں فہمیدہ ریاض نے انھیں احساسات و جذبات کا اظہار اس طرح کیا ہے:

بوسیدہ رواجوں کے
خستہ حال زنداں میں
اک میہ مستانہ

اک رقصِ رِندانا

یہ عمارتِ کہنہ ٹوٹ بھی تو سکتی ہے

یہ اسیر شہزادی چھوٹ بھی تو سکتی ہے

عورت کے تئیں معاشرے کے اس نامناسب رویّے سے وہ اب ایک باغی کا روپ اختیار کرچکی ہے پیغام آفاقی لکھتے ہیں:

> ''مجھے شادی، شوہر، بچہ، روٹی اور گھر نے برسوں پریشان رکھا ہے معاشرہ کی روایت نے مجھے بیوی بنا کر میرے پہلے شوہر کے پاس بھیجا بچے کی خواہش نے مجھے سرین سے شادی کرنے پر مجبور کیا معاشرے کے قوانین کی لٹکتی ہوئی تلوار نے مجھے آپ سے نہیں ملنے دیا میرا عورت ہونا میرے لیے عذاب بنا رہا''۔ ۵؎

Male dominated Society عورت کو صرف ایک جسم سمجھتا ہے دراصل یہی تصور عورت کی ناقدری کی سب سے بڑی وجہ ہے نوے نوے برس کے ضعیف پندرہ برس کی نوخیز لڑکیوں سے شادی رچاتے ہیں۔ اس کے نتائج پھر ویسے ہی ہوتے ہیں کہ عصمت چغتائی نے ''لحاف'' جیسا افسانہ تخلیق کیا۔ کتنی خواتین سے ان کے مرد تلاشِ معاش کے سلسلے میں برسوں دور رہتے ہیں اور پھر توقع کی جاتی ہے کہ شرم و حیا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اپنی بنیادی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل کے لیے وہ گڑگڑاتی رہتی ہیں۔

ناول دوست میں مصنف نے موجودہ دور کی عورت کے تمام ذہنی اور جسمانی مسائل کو موضوع بحث لایا ہے۔ ناول کی ہیروئن نینا کے منہ سے مصنف کہتے ہیں:

> ''تاریخ میں کئی طرح کی عورتیں موجود ہیں کوئی سیتا ہے کوئی دروپدی، کوئی خدیجہ تو کوئی مریم کوئی میرا ہے تو کوئی ٹریسا اور انھیں میں ایک وہ وینا جس نے مرد اساس معاشرے کی ستم ظریفیوں سے تنگ آ کر نہ سر تسلیم خم کیا نہ محبت کی بھیک مانگی، نہ اس دنیا کو ایسی دنیا تسلیم کیا جس میں عورت قصائی کی

دکان پر لٹکا ہوا گوشت کا ایک ڈھانچہ ہے۔ مجھے ہاری ہوئی آدم بیزار عورتوں میں شمار کر کے میرا دل مت دکھائے۔

۔۔۔۔۔مرد عورت کو نہیں جانتا صرف اس کے بدن کو جانتا ہے یہ سب اس بگڑے ہوئے معاشرتی نظام کا کرتوت ہے جس نے عورت کو مویشی سمجھا۔ اگر میرے اندر نفرت کرنے کا مادہ ہوتا تب میں ایسے مردوں سے نفرت کرتی کیونکہ ایسی ذہنیت کے مردوں سے مجھے گِن آتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ عورتیں مردوں کو صرف ورغلا سکتی ہیں۔ انھیں پختہ مشورہ نہیں دے سکتیں۔ عورت کی بات پر چلنے والے کو نا قابل اعتبار سمجھا جاتا ہے۔''[۶]

تانیثی نقطۂ نگاہ کے حوالے سے پیغام آفاقی کا سب سے اہم ناول ''مکان'' مناسب اہمیت کا حامل ہے۔ اس ناول کا کردار نیرا مشرقی تانیثیت کی مکمل اور کامیاب نمائندگی کرتا ہے۔ اس کردار سے متعلق رفیعہ شبنم عابدی نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ ''عورت کا کردار دنیائے ادب میں سب سے زیادہ مثبت انداز میں ''مکان'' کے اندر پیش کیا گیا ہے۔''[۷] مصنف کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آج تانیثیت کی بحث جہاں پہنچ چکی ہے، اُسی صورتِ حال میں پیغام آفاقی نے نیرا جیسا زندہ و جاوید تانیثی کردار اردو ادب کو تفویض کر کے ایک نئے رُخ کو روشن کیا ہے۔ عورت کے متعلق اُردو ادب کے اُس روایتی اور عام تصور کو بدل کر رکھ دیا جس کے مطابق عورت چھوئی موئی کے پودے کی طرح نازک اور کمزور ہوتی ہے۔ ناول کا کردار نیرا یہ اچھی طرح جان چکی ہے کہ تیز رفتار زمانے کی ہر دم بدلتی کروٹوں میں وہ اپنی روایتی سوچ یا طرزِ زندگی کو لیے ہوئے زندہ نہیں رہ سکتی:

''اگر میرا کردار مجھ سے مطابقت نہیں رکھتا، اگر اس کا کوئی بھی حصہ یا یہ کہ پورا کا پورا کمار کے ہاتھ کا جال بن گیا ہو، جس میں وہ مجھے گرفتار رکھنا چاہتا ہے تو مجھے اس کردار کو بدلنا ہوگا''[۸]

عورت کے تئیں سماج نے جو نظریات اور مفروضات قائم کیے ہیں وہ (نیرا) ان مفروضات کو بدلنے کی بات کر رہی ہے کیوں کہ یہ سب مفروضات اور تصورات مردوں نے عورت کے متعلق قائم کیے ہیں مگر خود عورت اپنی پہچان کیسے

رکھتی ہے، نیرا اُس کو ترجیح دینا چاہتی ہے۔ پیغام آفاقی نے اس ناول میں نیرا جیسا شاندار کردار پیش کر کے سماج میں حوصلہ مند عورت کے تصور کی تجسیم کاری کی ہے اور بدلتے سماجی اور تہذیبی تناظرات میں اسی عورت کی ضرورت ہے۔ اس ناول کی یہ ہیروئن ایک جدید عورت کی صورت میں ابھرتی ہے:

''تم سمجھتے ہو کہ مَیں ایک کمزور لڑکی ہوں! میں عورت ہوں۔ میں ایک سمندر ہوں کہ جس میں پورا کا پورا پہاڑ غرقاب ہو سکتا ہے لیکن میں جو کچھ اپنے اندر سمیٹتی ہوں اس سے نئی چیزیں جنم لیتی ہیں .... میں کوکھ ہوں۔ میرے اندر جو عکس پیدا ہوتا ہے وہ محض خیال نہیں ہوتا''۹

یہ ناول اپنے تفکیری مزاج کی ماہیئت کے اعتبار سے عصری زندگی کا ترجمان ہے۔ پیغام آفاقی نے خواتین کے مسائل پر گہری فلسفیانہ نگاہ ڈالی ہے اور عورتوں سے متعلق بہت سے سوال قائم کیے ہیں جو اہمیت کے حامل ہیں۔ ''پیغام آفاقی نے Female Phase کا ترجمان بنا کر نیرا کو ایک Cultural Construct کے طور پر پیش کیا ہے جس میں موجودہ تانیثی منظرنامے کی بازگشت سنی جا سکتی ہے۔''۱۰ نیرا قدیم رشتوں کے کمزور سہاروں کے اندر جھانک چکی ہے اور سارے رشتے اسے کھوکھلے نظر آتے ہیں۔ وہ ایک ایسی دنیا چاہتی ہے جو دوسروں کی تخلیق کردہ نہ ہو۔ اسے ایسی دنیا سے نفرت ہے جو اُس کے خوابوں کے ٹوٹنے اور اُس کے وجود کے فنا ہونے پر اُس کی مدد کے لیے نہیں آتے۔ وہ پُرعزم ہے کہ اُس کے ارادوں کو اب کوئی توڑ نہیں سکتا۔ یہ اقتباس دیکھیے:

''اب میں اُس راستے کو نہیں چھوڑ سکتی جس پر چل کر میں اپنی ایک ایسی دنیا کو تخلیق کر سکتی ہوں جس میں میری روح کو کچلنے کے لیے ہمارے مخالفین کے ساتھ میں کوئی حربہ نہیں رہ جاتا .... دوسروں کی تخلیق کی ہوئی دنیا چاہے جس قدر خوب صورت ہو لیکن وہ میری نہیں، اور اس پر میرا اختیار نہیں ...... وہاں تو ہر حال میں ایک ایسی ہی صورتِ حال ہو گی اور وہاں مکمل طور پر وہی خطرات اور بے بسی کی فضا ہو گی جسے میں جھیل چکی ہوں، وہاں میں دوسروں کی پکڑ میں رہوں گی .... یہ راہ جو سب کچھ لٹانے کا حوصلہ حاصل کرنے

کے بعد دکھائی دے رہی ہے..... یہ مجھے اپنے پورے اردگرد سے آزادی
.......اور ایک نئی اپنی دنیا سے روشناس کرائے گی.......دنیا کے تمام لوگ،
تمام چیزیں اور تمام دلیلیں مجھے غلط کہہ رہی ہوں، ہر چیز حتیٰ کہ میرا دل، میرا
دماغ، میری روح، سب کچھ مجھے غلط کہہ رہے ہوں لیکن جب تک میں جانتی
ہوں کہ میں صحیح ہوں میں اُسی راہ پر رہوں گی..... میں اچھی ہوں یا بُری،
میرے کوئی چیز اچھی ہے یا بُری اُس کا بھی فیصلہ صرف میں کرسکتی ہوں۔''[۱۱]

''مکان'' جیسا ناول لکھ کر پیغام آفاقی نے مرد تانیثی ناول نگار کی حیثیت سے اپنے آپ کو منفرد انداز میں متعارف کرایا اور یوں اردو میں تانیثی ناول نگاروں کی اولین صف میں بھی خود کو شامل کر دیا۔ ناول 'مکان' تو بقولِ خالد اشرف ''ہندوستان کے جدید شہری معاشرے کے بظاہر خوش نما اور پُرکشش تہہ میں پوشیدہ کرپشن، لاقانونیت اور اخلاقی بے راہ روی کی نشان دہی کرتا ہے''[۱۲] اگر انہی موضوعات کے وسیلے سے آفاقی نے نیرا جیسا زندہ و جاوید مشرقی تانیثی کردار اردو ادب کو تفویض کیا جو واقعی رسوا کی امراؤ جان، عصمت کی شمن اور عینی کی قمرن سے نہ صرف مختلف ہے بلکہ بے مثال ہے جو وقت اور معاشرے کی رو میں نہ بہہ جاتی ہے، نہ بغاوت کرتی ہے اور نہ حالات کے تھپیڑوں سے بکھر جاتی ہے بلکہ نامساعد حالات میں بھی عورت کی شخصیت کو نئے معانی پہنا کر سنورتی اور نکھرتی جا رہی ہے۔

نیرا اُردو ادب کا وہ منفرد نسوانی کردار ہے جو عورت کے نسوانی حسن سے نہیں بلکہ اُس کی ذہنی صلاحیتیں اُس کا شناخت نامہ ہے۔ پورے ناول میں معدودے چند اشارات کے سوا کہیں پر بھی نیرا جیسے اہم نسوانی کردار کے ظاہری حسن کا بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ قدم قدم پر اُس کی مستحکم شخصیت اور ذہنی بالیدگی قاری کو متاثر کرتی جاتی ہے۔ وہ پورے ناول میں کسی بھی موڑ پر بہک نہیں جاتی ہے، اپنے مقصد سے ہٹ نہیں جاتی ہے بلکہ اقبال کے اس مصرعہ کے مصداق

لازم ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل

قدم قدم پر اور ڈگر ڈگر پر اپنی ذہنی سوجھ بوجھ کا مظاہرہ کرتی ہے اور یوں ایک مستحکم نسوانی کردار تانیثی اہمیت کا حامل بن جاتا ہے۔ اس ناول کے مطالعہ کے بعد قاری یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ عورت سے مخصوص اوصاف یا خصائل

کی از سرِ نو تفہیم و تعبیر کی ضرورت ہے:

"Let's teach our daughters that it is not about being beatiful , teach them to be bold , be sensible, be strong, be confident, be independent and intelligent, be brave and fierce. Be real in a world full of fake. Let's redefine beauty.(13)

اس مقالہ کے احتیاجات کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہاں پر مفصل گفتگو کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے تاہم اتنا کہے بغیر بات کو مکمل بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ہر ادبی فن پارہ پہلی نظر میں صنفی تقسیم ،نسوانی جذبات و محسوسات اور اس طرح کی موضوعاتی تفہیم سے بالاتر ہوتا ہے لیکن مکرر قرأت کے بعد اُس کے فکری اور جمالیاتی طبق روشن ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ میری حقیر رائے میں عصر حاضر کے تمام فن پاروں میں تانیثی رویّے کی تلاش بے سود نہیں ہوگی کیونکہ عورت کے بغیر مرد کی صحیح زندگی میں بادِ صبا کا گزر مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے کیونکہ عورت کی وجہ سے ہی مرد کی فکری، علمی، جمالیاتی اور حیاتیاتی زندگی کے کئی جہاں روشن ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات:ک

۱۔ حسین الحق، اماوس میں خواب، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، طبع اول۔ ۲۰۱۷، ص:۳۱۳۔۳۱۴

۲۔ Women of fictions, p 48

۳۔ پیغام آفاقی، دوست، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی، ۲۰۱۸ء کور پیج

۴۔ پیغام آفاقی، دوست، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی، ۲۰۱۸، ص ۱۲

۵۔ ایضاً۔ ص:۱۴۱

۶۔ ایضاً، ص:۱۵۔۱۶

۷۔ رفیعہ شبنم عابدی، مشمولہ فلیپ 'مکان'، اضافہ شدہ ایڈیشن، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی،۲۰۰۴

۸۔ پیغام آفاقی، مکان، اضافہ شدہ ایڈیشن، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی،۲۰۰۴،ص:

۹۔ ایضاً،ص:۱۲

۱۰۔ ایضا،ص:۲۸

۱۱۔ ایضاً،ص:۱۷۲۔۱۷۳

۱۲۔ ایضاً،ص:۱۶

۱۳۔ https://www.pinterest.com.au/pin%2F6262886968292912%2F

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رابطہ:

ڈاکٹر نصرت جبین

شعبۂ اُردو، مرکزی جامعہ کشمیر

گاندربل، کشمیر

ای میل: nusraturdu@gmail.com